مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

آخری قسط

دورِ حاضر کا ایک عظیم بُت

مغربی جمہوریت

۴۔ پاکستان اور موجودہ انتخابات:

ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ ایک اسلامی ریاست کا اصل مقصد اسلامی نظامِ حیات کا قیام ہے، سربراہِ مملکت کا تقرر یا انتخابات اصل مسئلہ نہیں۔ اگرچہ اسلام نے جمہوری انتخاب کو بہتر قرار دیا ہے تاہم وہ اس پر مصر بھی نہیں۔ سربراہِ مملکت کسی دوسرے طریقے سے بھی برسرِ اقتدار آجائے تو اگر وہ ریاست میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق نظام بپا کرتا ہے تو اس کے تقرر کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کی اطاعت واجب و لازم ہو جاتی ہے اور اس نظام کی بنیادیں درج ذیل امور پر استوار ہوتی ہیں:

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر؎

"وہ لوگ کہ جب ہم انہیں زمین میں حکومت عطا کریں تو نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے، نیک کاموں کا حکم کرتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں!"

مندرجہ بالا ارشادِ خداوندی میں نظامِ صلوٰۃ کو معاشرہ میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے، زکوٰۃ کو معاشی ناہمواریوں کے دور کرنے کے لئے اور اچھے کاموں کے اجراء اور برے کاموں کے امتناع کو معاشرہ میں امن اور نظامِ عدل قائم کرنے نیز معاشرہ کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے تجویز فرمایا گیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں ان بنیادوں کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے، سربراہِ مملکت نہایت خلوصِ نیت سے ان احکامات کی تعمیل کے لئے بہت حد تک پیش رفت بھی کر چکے ہیں۔ اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے خیال میں انتخابات انتخابات کی رٹ لگانا شریعتِ مطہرہ کی روح کے سراسر منافی ہے اور نئے انتخابات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ موجودہ دور میں مغربی طرز کے طریقِ انتخابات کو ناگزیر سمجھا جا رہا ہے - اس تصور کی علمبردار دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ہیں جو اپنے اثر و رسوخ سے اس کی جائز و ناجائز پشت پناہی کر رہی ہیں اور پس ماندہ ممالک اپنی اقتصادی کمزوری اور امداد کے لالچ کی بنا پر احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر مغربی جمہوریت کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں - اور انہیں خدشہ ہے کہ اگر وہ اس کے ناقابل ہونے یا نقصان دہ ہونے کا اظہار کریں تو دنیا بھر میں نکو بن جائیں گے - اسی طرح یہ بات بھی پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے سیاست دان بھی مغربی جمہوریت کے طریقِ انتخاب کے نقائص و عیوب سے پوری طرح آگاہ ہیں مگر ان نقائص کا اظہار کرنے کے لئے جس اخلاقی جرأت کی ضرورت ہے، ہمارے سیاستدان اس سے یکسر عاری ہیں - دوسرے یہ کہ ان کا اپنا فائدہ بھی اسی میں ہے کہ انتخابات ہوتے رہیں اور ان طالع آزماؤں کو حکومت میں عمل دخل کے مواقع میسر آتے رہیں۔

بہرحال اگر بیرونی اور اندرونی دباؤ کی وجہ سے انتخابات ناگزیر ہوں تو ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ کم از کم مغربی جمہوری طرزِ انتخاب سے اجتناب کیا جائے اور اس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

مغربی جمہوریت کے مقتضیات ہمارے ملک اور ہمارے عوام میں موجود نہیں ہیں - اس طرزِ انتخاب میں ووٹروں کا پڑھا لکھا ہونا اور سیاسی شعور سے بہرہ ور ہونا ضروری ہے - جبکہ ہمارے ملک کے عوام کی اکثریت ناخواندہ اور سیاسی شعور سے بے بہرہ ہے - اس صورتِ حال میں ان پڑھ ووٹروں پر بے ضمیر اور مکار سیاستدانوں کے اثر انداز ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے - جس کی مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ مشرقی پاکستان کے مسلمان نہ تو ۱۹۷۰ء میں پاکستان سے علیحدہ ہونا چاہتے تھے اور نہ آج اس علیحدگی پر خوش ہیں - یہی وجہ ہے کہ علیحدگی کے بعد جلد ہی پھر سے اتحاد کی خواہشات کا اظہار ہونے لگا تھا لیکن گمراہ کن سیاسی عناصر نے صوبائی تعصبات کا زہر گھولا، بے شعور عوام جذبات کی رو میں بہہ گئے - اور نتیجۃً پاکستان دو حصوں میں بٹ گیا۔

اس طرزِ انتخاب کا دوسرا نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں وجود میں آنے والی مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کا کام ملک کو دستور مہیا کرنا اور نظم و نسق یا امنِ عامہ کے قوانین بنانا ہوتا ہے جبکہ ایک اسلامی ریاست کا دستور تو پہلے سے ہی قرآن و سنت کی شکل میں موجود ہوتا ہے، رہے ذیلی قوانین، تو اس غرض کے لئے ایک فوجِ ظفر موج کی قطعًا ضرورت نہیں ہے -

شرعی قوانین کے بجائے انسان کے خود ساختہ قوانین رائج کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان کی غالب اکثریت، جو اسلام پر یقین رکھتی اور اس کے پیروکار ہونے کی داعی ہے، ایسی برائیوں میں ملوث نظر آتی ہے،

جن کی اسلام نے شدت کے ساتھ مذمت کی ہے - ان برائیوں کے فروغ کی بڑی وجہ زندگی کے تمام شعبوں میں مغربی اصول وضوابط اور نظریات کی فرمانروائی ہے - اسلام کی بنیاد اخلاق وایثار پر ہے جبکہ موجودہ قوانین خودغرضی اور مفاد پرستی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں - انسان کے ساختہ قوانین کے اختیار کرنے سے پورے کا پورا معاشرہ ایسی راہ پر چل نکلا جہاں حقوق العباد کا پاس ولحاظ ہی ختم ہو گیا اور لوٹ کھسوٹ جعل سازی، رشوت ستانی، اقربا نوازی اور اسی طرح دیگر ساری برائیاں معاشرہ کی عادات کا حصہ بن گئیں - حتیٰ کہ یہ ہماری سیاست کا بھی حصہ بن کر رہ گئیں - اب ان کے سدباب کی صرف یہی صورت ہے کہ اسلامی اقدار کو فروغ دیا جائے اور اس مغربی طرزِ انتخاب سے گریز کیا جائے -

تیسری وجہ یہ ہے کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کا قیام مغربی عیاشی کی ایک شکل ہے - پاکستان جیسا غریب ملک اس مد پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا - ان اسمبلیوں کے ارکان اکثر غیر حاضر رہتے ہیں اور حاضر ہونے والوں میں سے بھی ایک بڑا طبقہ خاموش رہتا ہے اور کچھ کا کردار صفر یا کہ منفی پہلو لئے ہوتا ہے - لہٰذا ہمیں ایسی اسمبلیوں کی ضرورت نہیں جن کی عمارتوں پر کروڑوں روپے بے کار خرچ ہوتے ہیں اور جن میں بیٹھنے والے ملک کے اربوں روپے لوٹ کر لے جاتے ہیں -

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اگر موجودہ صورتِ حال میں انتخابات ناگزیر ہوں تو ہم کونسی روش اختیار کر سکتے ہیں جو اسلامی روح سے قریب تر ہو - یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام نے شوریٰ کی کوئی خاص شکل معین نہیں کی - شوریٰ براہِ راست تمام لوگوں سے ہو یا لوگوں کے نمائندوں سے ؛ نمائندے عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوں یا خواص کے ووٹوں سے ؛ انتخاب ملک گیر ہو یا صرف صدر مقام میں ؛ انتخاب الیکشن کی شکل میں ہو یا سیلیکشن ہو ؛ مجلسِ شوریٰ ایک ایوانی ہو یا دو ایوانی ! —— یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب ہر سوسائٹی، تمدن یا ہر دور کے لئے یکساں نہیں ہو سکتا - اسی لئے شریعت نے ان امور کو کھلا چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر معاشرہ اسلامی اصول وضوابط اور اپنے دور کا لحاظ رکھتے ہوئے انتخاب کا طریق تجویز کر سکے - لہٰذا ہمیں اپنے احوال و ظروف کا لحاظ رکھتے ہوئے انتخاب کا طریق کار خود تجویز کرنا ہو گا - اس غرض کے لئے ہماری تجاویز درج ذیل ہیں :

۱- سیاسی پارٹیوں کی تحدید :

اسلام اتحاد اور یکجہتی کا قائل ہے اور تفرقہ و انتشار، جو مغربی طرزِ انتخاب کا لازمی نتیجہ ہے، کو شرک کے مترادف قرار دیتا ہے - جس طرح مذہبی تفرقہ بازی جرم ہے، بعینہٖ سیاسی تفرقہ بازی بھی ایک جرم ہے - کیونکہ دونوں قسم کا تفرقہ و انتشار ملی وحدت کے لئے یکساں مہلک ہے —— ہم پہلے یہ وضاحت کر چکے ہیں

کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کسی ریاست میں دو ہی سیاسی پارٹیاں ہو سکتی ہیں۔ ایک حزب اللہ، جو اسلامی نظریات کی حامل اور انہیں عملی طور پر نافذ کرنے کی کوشاں ہو۔ دوسری حزب الشیطان، جس کے نظریات حزب اللہ سے ٹکراتے ہوں۔ اور خواہ یہ تعداد میں بہت زیادہ ہوں۔

ایک اسلامی ریاست میں صدرِ مملکت کے انتخاب کے لئے بالخصوص اور دیگر کلیدی مناصب کیلئے بالعموم صرف حزب اللہ ہی حصہ لے سکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسلامی نظریات کی حامل جماعتیں بھی ایک سے زیادہ ہوں اور ان میں ملک کے نظم و نسق کو چلانے اور اسلامی نظریات کے نفاذ کے سلسلہ میں فروعی اختلافات ہوں۔ تاہم یہ چند ایک ہی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا انتخاب میں حصہ لینے والی پارٹیوں پر ملکی آئین میں مندرجہ ذیل پابندیاں لگا دی جانی چاہئیں:

۱۔ یہ جماعتیں حکومت کے پاس رجسٹرڈ ہوں اور ان کی آمد و خرچ کا حساب کتاب باقاعدہ منظور شدہ آڈیٹر پڑتال کر سکیں۔

۲۔ یہ جماعتیں اپنے منشور کی رو سے اس بات کی پابند ہوں کہ وہ اسلامی نظام کے سوا کسی دوسرے نظامِ سیاست کی کلی یا جزوی طور پر قائل نہ ہوں۔ وہ صرف کتاب و سنت پر مکمل ایمان رکھتی ہوں اور اس سے سرِ مو انحراف کرنا ملک سے غداری سمجھتی ہوں۔

۳۔ وہ نظریہ پاکستان سے سو فیصد متفق ہوں۔ یہ نظریہ ان کے ایمان کا جزو ہو اور وہ یہ عہد کریں کہ ہمیشہ پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے قائم رکھنے کے لئے جان دینے تک سے گریز نہ کریں گی۔

۴۔ ان کے عہدہ داروں کی املاک کا باقاعدہ اعلان کیا جائے اور اس پر کڑی نظر رکھی جائے۔

۴۔ طریقِ انتخاب:

جو جماعتیں ان شرائط کو پورا کرتی ہوں وہی انتخاب میں حصہ لے سکیں گی۔ سب سے پہلے صدرِ مملکت کا انتخاب ہو اور اس کا طریقِ کار یہ ہونا چاہیئے کہ یہ جماعتیں خود صدارت کے لئے اپنے نمائندوں کے نام پیش کریں۔ ان کی اہلیت اور تجربہ سے متعلق کنویسنگ خود کریں۔ نیز ان کی موجودہ املاک کا اعلان کر دیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے کسی منصب کیلئے کسی شخص کا خود کو پیش کرنا، اس کی آرزو رکھنا یا اس کے لئے کنویسنگ کرنا ناجائز ہے۔ اس طریق کار سے یہ مسئلہ بخوبی حل ہو سکتا ہے۔

انتخاب کے لئے ایک دن مقرر کر دیا جائے۔ انتخاب سے کچھ عرصہ قبل وقت کی حکومت کو سبکدوش کر دیا جائے اور سپریم کورٹ کا اعلیٰ جج عارضی طور پر صدر کے فرائض سرانجام دے اور الیکشن کرائے۔ الیکشن

کے کام میں افواج پاکستان سے بھی مدد لی جاسکتی ہے جس پارٹی کا امیدوار سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرے گا وہی صدر منتخب ہوگا۔

صدر کی کابینہ اور مجلسِ شوریٰ کی تشکیل یوں ہوگی کہ فرض کیجئے الیکشن میں چار جماعتوں نے حصہ لیا ہے تو اب منتخب شدہ صدر ان چاروں جماعتوں کے حاصل کردہ ووٹوں کی نسبت سے اپنی کابینہ تشکیل دے گا۔ اور اس کابینہ کی شکل مخلوط ہرگز نہ ہوگی بلکہ یہ ایک قومی کابینہ ہوگی جس کے تمام وزراء قرآنی ارشاد کے مطابق صدر کے ماتحت ایک "بنیان مرصوص" کی طرح کام کریں گے۔ اگر اس بنیادی تصور کو اسلامی روح کے مطابق موجودہ حالات میں ایسے قانونی شکنجوں سے کس لیا جائے کہ بدعنوانی یا دھاندلی کی گنجائش نہ رہے تو اندریں صورت ملک کو ایک مضبوط، منظم اور باشعور قیادت ملتی رہے گی۔ ایسی حکومت کی فطرت سوفیصد جمہوری ہو گی جو مغربی جمہوریت کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہوگی۔ اسی طریق سے مجلسِ شوریٰ بھی تشکیل دی جاسکتی ہے۔

زمانہ کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے صدر اور اس کی کابینہ کی حکومت کی مدت کی تعیین بھی کی جاسکتی ہے۔ اور اگر یہ تعیین نہ کی جائے تو ہمارے خیال میں یہ بہتر ہے۔

۳۔ ووٹر کی اہلیت :

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اسلامی طرزِ انتخاب میں ووٹر کا متقی، امین اور صاحبِ بصیرت ہونا لازمی ہے۔ مگر ایسا دور پاکستان میں شاید ابھی دیر سے آئیگا جب یہاں کے بیشتر رائے دہندگان ان اوصاف سے متصف ہوں۔ تاہم سردست اس قدر احتیاط بہرحال لازم ہے کہ ہر رائے دہندہ :

۱۔ کسی اخلاقی جرم میں سزا یافتہ نہ ہو، نہ ہی کسی پر تہمت لگانے کا مرتکب ہو چکا ہو۔

۲۔ بستہ الف یا ب سے تعلق نہ رکھتا ہو، فاسق و فاجر نہ ہو اور اچھی شہرت رکھتا ہو۔ بری شہرت رکھنے والے کو ووٹ کا حق ہرگز نہ ملنا چاہیئے۔ اور اس بری شہرت کے ثبوت کے لئے کم از کم دو شہادتیں میسر ہوں۔ ایسی شہادتیں مخالف جماعتیں خود مہیا کریں گی بشرطیکہ ان کی بنیاد مبنی بر صداقت ہو، الزام تراشی اور جھوٹ پر نہ ہو۔ نیز اس کے لئے کئی دوسری تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ کم از کم معمولی لکھنا پڑھنا جانتا ہو، سیاسی سوجھ بوجھ رکھتا ہو اور اسے اس بات کا علم ہو کہ صدرِ مملکت کیلئے کن کن اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے؟

۴۔ پنج وقتہ نمازی اور روزہ دار ہو۔

جو ووٹر مندرجہ بالا شرائط پر پورے نہ اتریں، انہیں ووٹ کا حق نہ ملنا چاہیئے۔

۴۔ انتخابات اور عورتوں کے حقوق :

اسلامی نقطۂ نظر سے ذمہ داری کے مناصب یا کلیدی آسامیاں (خواہ صدارت ہو یا وزارت یا کسی محکمہ کی ادارت) عورتوں کے سپرد نہیں کئے جائیں گے ——— عورت کو ذمہ داری کے مناصب سپرد نہ کرنے کی حکمت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

تاہم ہمیں یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے وقت حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے جو اس انتخاب پر مامور تھے، حضرت عائشہ رضہ سے بھی مشورہ لیا تھا۔ علاوہ ازیں ہمیں یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ کے بیرونی دیہات سے آنے والی سبزیوں اور اناج کے نرخوں کی نگہداشت کے لئے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کی سربراہ ایک عورت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ معاملہ بالخصوص عورتوں کی دلچسپی سے تعلق رکھتا تھا۔ اندریں حالات عورت کی نمائندگی سے یکسر انکار درست نہ ہوگا۔ لہٰذا موجودہ دور میں عورتوں کی نمائندگی سے متعلق ہماری تجویز یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کے مسائل پر غور کرنے اور ذیلی قوانین بنانے کے لئے عورتوں کو نمائندہ منتخب کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔ عورتوں کو ووٹ کا حق بھی دیا جانا چاہیئے اور اس کی شرائط وہی ہوں گی جو ووٹر کی اہلیت کے تحت درج کی جا چکی ہیں۔ عورتیں صدر کے انتخاب میں بھی حصہ لے سکتی ہیں البتہ ان کے پولنگ سٹیشن بالکل الگ ہونے چاہئیں۔ علاوہ ازیں نمائندہ عورتوں کے انتخاب کے لئے صرف عورتیں ہی حصہ لے سکتی ہیں۔

عوامی مسائل کے حل کے بارے میں ہماری تجویز یہ ہے کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیاں تشکیل دینے کی بجائے ملک بھر میں پنچائتی نظام کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ اس پنچایت کے ممبر کم از کم دس ہونے چاہئیں، ان کی میعادِ انتخاب پانچ سال ہو۔

تقویٰ، تعلیم، دیانت اور بیدار مغزی کی بنیادوں پر ان کا انتخاب ہو۔ وہ اپنے آپ کو خود پیش نہ کریں۔ بلکہ علاقہ کے دو افراد نامزد کریں۔ ان میں امام مسجد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس پنچایت کو ریونیو، سول اور فوجداری کے ابتدائی اختیارات بھی ہوں۔ انتظامیہ کے اوپر بھی کام چلانے کے اختیارات انہیں حاصل ہوں اور لوکل باڈیز کا انتظام بھی ان کے تحت ہو۔ غرض اپنے علاقہ میں یہ لوگ خود کام کریں اور کرائیں اور عوام کے اکثر مسائل کا حل اس علاقے کی پنچائت کے ذریعہ ہو جانا چاہیئے۔ ان کے فیصلوں کے لئے کوئی لمبا چوڑا شبلی بنانے کا انتظام نہ ہو بلکہ ایک مستقل رجسٹر موجود ہو جس میں فریقین کے بیانات اور فیصلہ درج ہو۔

اپیل کی صورت میں تحصیل پنچایت کو سماعت کا اختیار ہو۔ جہاں علاقے کی پنچایت کے فیصلہ کی مصدقہ نقل پیش کر دی جائے۔ تحصیل پنچایت کے ممبران علاقہ کی پنچایت کے چیئرمین ہوں۔ بہت کم مسائل ایسے ہوں جن میں ضلعی پنچایت تک جانے کی ضرورت ہو۔ ضلعی پنچایت کے ممبران تحصیل پنچایت کے ممبران ہونے چاہئیں۔

ضلعی پنچایت کے تحت ضلع کی انتظامیہ کا نظم و نسق چلے اور صرف ایک دو مقدمات ایسے رہ جائیں جو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ تک جائیں۔ اس طریقہ سے ایسے مقدمات جو موجودہ عدالتوں میں سالہا سال تک فیصل نہیں ہو پاتے۔ پنچایتوں میں یہی مقدمات منٹوں میں فیصل ہو جاتے ہیں اور اس دعوے کے ثبوت کیلئے بیشمار شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں۔

اس نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ عوام اور حکومت دونوں کو پولیس اور نوکر شاہی کی بدعنوانیوں سے بہت حد تک نجات مل جائے گی۔ ملک بھر میں بڑھتے ہوئے جرائم اور بدعنوانیوں کے سدباب کے لئے اس سے بہتر نظام کوئی نظر نہیں آتا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ موجودہ حکومت نے جب سے زکوٰۃ کے نفاذ اور سود کے امتناع کا اعلان کیا ہے تو اکثر لوگ بنکوں سے رقوم نکلوا رہے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ اب انہیں سود نہیں ملے گا بلکہ الٹا جمع شدہ مال پہ انہیں زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔ لہٰذا اپنی رقوم نکلوا کر انہوں نے ان سے زمینیں اور پلاٹ خریدنا شروع کر دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال بھر کے عرصہ میں زمینوں اور جائداد کی خرید و فروخت کا کاروبار خوب چمک اٹھا ہے ——— منڈیوں میں کاروبار کرنے والے بڑے بڑے تاجر بھی جائدادیں خریدنے کی طرف امڈے چلے آرہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جائداد کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں۔ اور اب مکان کی تعمیر کا مسئلہ عام آدمی کے بس کا روگ نہیں رہ گیا۔

ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے پولیس، انتظامیہ اور عدلیہ کسی صورت عہدہ برآ نہیں ہو سکتی اور عوامی مسائل میں سے یہ پہلے ہی بہت بڑا مسئلہ ہے جو مزید الجھتا چلا جا رہا ہے۔ یہ عوام کی بددیانتی کی ایک بدترین مثال ہے۔ البتہ ہمارے مجوزہ پنچایتی نظام کے تحت ایسی بدعنوانیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

زکوٰۃ کی صحیح طور پہ فراہمی بذاتِ خود ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس میں موجودہ انتظامیہ کی صورت میں بددیانتی کا بہت احتمال ہے۔ علاقہ کی پنچایت اس فراہمی میں بھی بہترین کردار

ادا کر سکتی ہے۔

اسی طرح دوسرے بے شمار ایسے مسائل ہیں جن میں پنچایت کا ادارہ مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ اور اس پنچایتی نظام میں سو فیصدی جمہوری روح بھی پائی جاتی ہے جو اسلامی جمہوریت کے عین مطابق ہے۔

ترجمان کی ایجنسیاں

- ملک اینڈ سنز نیوز ایجنٹ بک سیلرز، ریلوے روڈ سیالکوٹ۔
- قریشی بک ڈپو شکر گڑھ۔ ضلع سیالکوٹ۔
- محمد سعید صاحب ایجنسی کھجور مارکہ صابن، بازار ناندلیانوالہ ضلع فیصل آباد
- حاجی ملک محمد ابراہیم صاحب دکاندار مین بازار ٹیکسلا، تحصیل و ضلع راولپنڈی۔
- مولانا محمد عبداللہ صاحب، خطیب جامع اہلحدیث، صدر، راولپنڈی۔
- حکیم محمد یوسف صاحب زبیدی جامع مسجد اہلحدیث۔ شاہ فیصل شہید روڈ لعل چند باغ میرپور خاص (سندھ)
- منشا بکسٹال بالمقابل ریلوے سٹیشن گوجرانوالہ ٹاؤن۔
- خواجہ نیوز ایجنسی لودھراں، ضلع ملتان۔
- حافظ عبدالحق صاحب معرفت مولوی علی احمد صاحب کریانہ سٹور، تحصیل بازار، بہاولنگر
- مرکز ادب حسین آگاہی، ملتان شہر۔
- محمد ابراہیم صاحب نیوز ایجنٹ، عباس سائیکل ورکس، بلاک نمبر ۱۹ سرگودھا۔
- مولانا محمد اسماعیل صاحب خادم مسجد امین پور بازار، فیصل آباد
- میاں عبدالرحمان حماد صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث، قبولہ ضلع ساہیوال۔
- محمود برادرز کریانہ مرچنٹس، چمن بازار، ہارون آباد، ضلع بہاولنگر۔

- مولانا محمد حنیف صاحب دار الحدیث چینیانوالی کوچہ چابک سواراں۔ لاہور۔
- محمد الیاس صاحب کمبوہ، کمبوہ ہوٹل، شہداد کوٹ۔ ضلع لاڑکانہ (سندھ)
- حامد برادرز، چوک انارکلی۔ لاہور۔
- کاشانۂ ادب، چوک نیلا گنبد۔ لاہور۔